ایک مسلمان کے احساسات

تحریر: جناب غلام سرور قریشی عملہ ایپدہ جہلم

الحمدللہ، ماہِ رمضان المبارک اپنی بے حد وحساب برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ ابرِ کرم کی طرح عالمِ اسلام پر سایہ کناں ہے۔ یہ اپنے دامن میں رحمت کی وہ برکھا لئے آیا ہے، جو سال کے دوسرے گیارہ ماہ کی رحمتوں کے مقابلے میں، رحمتِ خاصہ ہے۔ ایمان وعمل کی کھیتی میں، اس بارانِ رحمت سے وہ جوش پیدا ہوتا ہے، جو ساون میں ہوتا ہے اور جس سے کوہ ودمن، چٹیل میدانوں اور ریگ زاروں پر سبزہ زاروں کا رنگ غالب آ جاتا ہے۔

میں نے اسے رحمتِ خاصہ کا مہینہ اس لئے لکھا ہے کہ دیگر گیارہ مہینوں میں ہم اپنے رب تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے ہیں اور اس مقدس اور بابرکت مہینہ میں ربِ کریم بن مانگے ہی ہماری جھولیاں بھر دیتا ہے۔ ذرا فرق کو دیکھیں۔ گیارہ مہینے اس کی مخلوق اس سے فضل وکرم طلب کرتی ہے اور اس مبارک مہینہ میں وہ منادی کرتا ہے، اعلان عام کرتا ہے، تلاش کرتا ہے، طلب کرتا ہے! کس کی؟ کسی ایسے بندے کی جس پر وہ اپنا فضل وکرم کرے۔ اس پر غور کریں۔ بات کو سمجھیں کہ داتا، منگتے ڈھونڈتا ہے۔ اب یہ منگتوں اور سوالیوں پر موقوف ہے کہ وہ آگے بڑھ کر صرف جھولی پھیلا دیں تو اس کے فضل وکرم کے خزانے اس میں ڈال دیئے جائیں گے۔

یہ صرف استعداد اور قسمت کی بات ہے۔ بارانِ رحمت گلزاروں اور ریگزاروں چمنستانوں اور نمک زاروں پر یکساں ہوتی ہے۔ اول الذکر اپنی استعداد سے اس سے فیض یاب ہو جاتے ہیں اور موخر الذکر اپنی عدمِ لیاقت اور عدمِ استطاعت کی وجہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔ سو وہ خوش نصیب لوگ جن میں فضل وکرم سمیٹ لینے کی استعداد ہوتی ہے، اپنے داتا کے خزانے لوٹ لیتے ہیں اور بدنصیب محروم ہی رہ جاتے ہیں۔

عالمِ اسلام کی استعداد بڑھا دینے کا اہتمام بھی اللہ تعالیٰ خود ہی فرما دیتے ہیں کہ اس ماہِ مبارک میں خیر کے جذبات ہر دل میں موجزن کر دیئے جاتے ہیں اور ہر چہار سو ایک ایسی فضا طاری کر دی جاتی ہے جو نیکی اور پرہیز گاری کی طرف دعوت دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار بندے جو اپنے رب سے بہت دور ہو گئے تھے، اس ماہِ مبارک میں کشاں کشاں مساجد میں آ جاتے ہیں اور اپنے اپنے تعلق باللہ کو نئے سرے سے استوار کرتے اور توبہ کے دروازے میں سے گزر کر اس کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ بڑے ہی بدنصیب ہیں جو اس حقیقی اور سچے بہشتی دروازے کو چھوڑ کر خود ساختہ بہشتی دروازوں پر ہی مطمئن رہتے اور عاقبت کو برباد کر لینے پر

ہی راضی رہتے ہیں۔ صوم کی ایک لذت ہے جو اسی رحمت کا حصہ ہے اور اس لذت سے صرف صائم ہی آشنا ہو سکتا ہے۔ اس لذت کو میں کوئی سرخوشی کہوں یا کوئی حال یا کیف کہوں، مگر کوئی بھی لفظ، غیر صائم کو اس لذت سے آشنا نہیں کر سکتا ہے۔ یہ ایک باطنی سرور، قلبی اطمینان اور بدنی سکون کی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے روزہ داروں کو ارزانی فرماتا ہے اور وہ بھوک پیاس کی شدتوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ موسم گرما کی سختی میں عطش کی شدت شامل ہو جاتی ہے۔ مگر اسے کچھ بھی یاد نہیں رہتا اور صرف ایک ہی شوق اور ایک ہی ذوق غالب رہتا ہے کہ اس کا تعلق اللہ سے قائم ہے اور یہ احساس اتنا قوی اور اتنا غالب ہوتا ہے کہ دیوِ خواہشات اور شہوات کو زیر کر کے رکھ دیتا ہے۔ روزہ کے تارک گرما کی طویل اور صبر آزما گھڑیوں میں ''العطش العطش'' کرتے پھرتے اور چوہوں کی طرح چھپ چھپ کر پانی پیتے ہیں مگر روزہ دار کو اللہ تعالیٰ ایسی قوتِ مدافعت سے نوازتے ہیں کہ اسے یاد بھی نہیں آتا کہ پانی بھی کوئی چیز ہوتی ہے، اور افطار کے بعد اس کے چہرے پر نور برستا ہے جبکہ روزہ خور کا چہرہ نحوستوں سے سیاہ ہو جاتا ہے۔ دن تو دونوں کا کٹ گیا مگر ایک کا چہرہ پرنور اور دوسرے کا منحوس ہو گیا۔ روزہ داروں کے ہی وہ چہرے ہیں جنہیں قرآن میں سفید اور شاداں و فرحاں کہا گیا ہے اور بے روزوں کے چہرے کالے اور مکروہ ہوں گے۔ وہ کھیتی بڑی ہی مغضوب ہے۔ وہ درخت بڑا ہی محروم القسمت ہے جس پر ساون میں جوبن اور بہار میں حیاتِ نو پدیدار نہ ہوئی۔ سو بے روزا ایسی کھیتی اور ایسے درخت ہیں جن پر رمضان کا حسن نہ چمکا اور جو اس ماہ کی رحمتِ خاصہ سے کوئی حصہ نہ حاصل کر سکے۔ رمضان کے آتے ہی کئی حیلہ باز جو بیماری میں روزہ کا مسئلہ علما سے پوچھنے لگ جاتے ہیں اور ڈاکٹروں سے بیماری کا پروانہ حاصل کرتے ہیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کیونکہ ہم کوئی مفتی شرع نہیں ہے۔ کہ روزہ فرض ہے۔ کوئی مولوی یا مفتی یا ڈاکٹر اسے ساقط نہیں کر سکتا۔ بندۂ مومن، اللہ کو راضی رکھنا چاہتا ہے۔ اللہ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ اگر اس کی بیماری روزہ رکھنے سے بڑھ جانے کا احتمال ہے تو وہ معذور ہے، جب تندرست ہو جائے تو قضا کرے اور وہ سچا مومن جو بوجہ پیرانہ سالی روزہ رکھ ہی نہیں سکتا وہ ایک ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کا دو وقت کا وہ کھانا دے جو خود کھاتا ہے۔ فقط دو چپاتیاں اور سالن کی تلچھٹ دینے سے کام نہیں چل سکتا۔ جو قورمہ بریانی، حلوہ انڈہ، سلاد چٹنی، سیب کیلا، چونسا اور لنگڑا آم خود کھاتا ہے، وہی مسکین کو کھلائے یا اس کی قیمت ادا کرے۔ رمضان کا احترام، روزہ رکھنا، تراویح اور نماز پنجگانہ ادا کرنا اور روزہ کی دوسری شرائط کی پابندی ہے۔ احترام یہ نہیں کہ اپنی گناہ گاری پر ڈاکٹری سرٹیفکیٹ کا لیبل لگا لے اور چھپ چھپ کر تنورِ شکم کو تپائے اور پیٹ کے دوزخ کو بار بار بھرے اور پھر اپنے ہاتھ میں احترام رمضان کا جھنڈا لئے پھرے۔ ایسے لوگ کسے دھوکا دینا چاہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کو یا مخلوق کو؟ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیا نہیں جا سکتا اور مخلوق بڑی رقیب ہوتی ہے۔